

از قلم وجیہ گل

NOVEL BANK

انجام حیوانیت

انجام حیوانیت
از قلم وجیہ گل
افسانہ

ناول بینک ویب پر شائع ہونے والے تمام ناولز کے جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے۔ اگر آپ اپنی تحریر ناول بینک پر شائع کروانا چاہتے ہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں سینڈ کر دیں۔ آپ کی تحریر ناول بینک ویب پر شائع کر دی جائے گی۔

E-mail : pdfnovelbank@gmail.com

WhatsApp : 92 306 1756508

ناول بینک انتظامیہ

خوشاب گاؤں کی اس کچی تنگ گلی میں رات کے گیارہ بجے شادیانے بج رہے تھے دھول کی تھاپ پر کیا نوجوان، کیا بچے، کیا بوڑھے سب کے سب بھنگڑے ڈال رہے تھے گاؤں کے وہ سب لوگ اُس کچے مکان کی لکڑی کے دروازے کے باہر کھڑے اُس انسان کی خوشی میں شریک ہو رہے تھے جو بار بار پلکوں سے گرتے خوشی کے آنسو صاف کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا کہ اتنے میں ایک سولہ سال لڑکا قریب آکر اُن کے گلے لگا تھا

مبارک ہو ابا آپ کو، بہت بہت مبارک ہو آخر کار اللہ پاک نے ہماری سن لی مجھے ایک پیاری سی بہن اور آپکو ایک شہزادی جیسی بیٹی سے نوازا ہے وہ اپنے باپ کے گلے لگا بھیکے لہجے میں بولا تھا

"خیر مبارک میرے شیر، خیر مبارک"

رشید نے کندھے پر ڈالے اُس سفید رومال سے آنکھیں رگڑتے ہوئے کہا تھا

کچھ عورتیں ہنستی مسکراتی گھروں کی چھتوں سے جھانکتی اس خوبصورت منظر کو دیکھ رہی تھیں جہاں محلے کے مرد اب ایک ایک کر کے رشید کو مبارک باد دے رہے تھے جسے وہ بخوشی وصول کر رہا تھا۔

"اُوئے چل ہو گیا اب، بس یہ لے پیسے اور جا موج کر"

کافی دیر بعد ایک بوڑھا آدمی جس نے اُن ڈھول والوں کو وہاں بلوایا تھا اب آگے بڑھ کر اُن میں سے ایک کی ہتھیلی پر چند نوٹ رکھتے ہوئے مسکرا کر بولا تھا جس پر وہ ڈھول والا

"ارے امتیاز یہ میاں کیا ہو رہا ہے سب خیریت ہے نا"

اُس سے لگے محلے کے ایک آدمی "زبیر" نے امتیاز نامی شخص سے پوچھا تھا جو لوگوں کی جھرمٹ سے نکل کر باہر ایک طرف دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

ہاں یار! اپنے رشید کی اللہ پاک نے سُن لی اور اُس کو اپنی رحمت سے، یعنی بیٹی سے نوازا ہے اہل محلہ اُسی کی خوشی میں شریک ہونے اور مبارک باد دینے کے لیے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں تجھے تو پتا ہے نا بچارے کو کتنی خواہش تھی بیٹی کی، برسوں سے ہم سب کو کہا کرتا تھا کہ "دعا کرو اللہ مجھے بیٹی دے" اور آخر کار پروردگار نے اپنے رشید کی سن لی اور اُسے بیٹی سے نواز ہی دیا

پان کی پیک ایک طرف کو تھوکتے ہوئے امتیاز نے جواب دیا تھا

، اولے رشیدے میرے یار، میرے جگری دوست مبارک ہو بہت بہت مبارک ہو تجھے
ویسے تُو مان نا مان یہ میری ہی دعا قبول ہوئی ہے ابھی ہفتہ پہلے ہی میں نے تجھے دعا
دی تھی کہ جا اللہ تجھے بیٹی سے نوازے اور ماشا اللہ سے دعا قبول بھی ہو گئی ہے اب
اسی خوشی میں مسٹھائی تو بنتی ہی ہے جلدی سے ہمارا منہ میٹھا کراؤ بھئی منہ میٹھا کیے بغیر
ہم یہاں سے جانے والے نہیں ہیں

زبیر جو سالوں سے رشید کا ایک بہت اچھا دوست تھا اب یہ بات سنتے ہی اس ہجوم میں سب کو دھکے دے کر آگے آیا تھا اور مضحکہ خیز انداز میں بولتے ہوئے رشید کو گلے لگایا تھا جس پر وہاں کھڑے سب لوگوں کی قِل قِل کرتی ہنسی گونجی تھی

ہاں زبیر بھائی بالکل ٹھیک کہا تم نے یہ تم سب بہن بھائیوں کی دعائیں ہی تو تھیں جو اللہ نے مجھے بیٹی کی خوشی عطا کی ہے ورنہ مجھے تو امید بھی نہیں تھی کہ اب بھی میری اولاد ہو سکتی ہے اور جہاں تک رہی مٹھائی کی بات تو فکر ناکرو میں نے ڈھیر ساری مٹھائی

منگوائی ہے شیرو سے بس لاتا ہی ہوگا وہ , پورے محلے میں بانٹوں گا کیونکہ آج میں بہت خوش ہوں بہت زیادہ

رشید نے خوشی سے چمکتے چہرے کے ساتھ کہا تھا جس پر باقی سب بھی مسکرا دیئے تھے

آدھے گھنٹے میں مٹھائی پورے محلے میں بانٹنے کے بعد رشید اور اسکا سولہ سالہ بیٹا حذیفہ دونوں گھر آئے اور پورے گھر میں واقع اس واحد کمرے کی جانب بڑھ گئے تھے جہاں سے دائی اماں باہر نکلی تھی۔

رشید بیٹے , بہت مبارک ہو بیٹی کی , اللہ کا شکر ہے کہ تیری بیوی اور بیٹی دونوں بالکل خیر خیریت سے ہے اندر جا کر مل لے ان سے

دائی اماں جو چھوٹے سے صحن سے گزر کر اب اپنے گھر جانے کے لیے دروازے کی جانب تیز تیز قدموں سے بڑھ رہی تھی اب رشید کے سامنے آتے ہی رک گئی تھی جبکہ

حذیفہ اُن دونوں کو وہی چھوڑتا تقریباً دوڑتا ہوا اس کمرے کی جانب گیا تھا جس کمرے میں اسکی ننھی بہن، ابھی کچھ دیر پہلے ہی پیدا ہوئی تھی۔

بہت شکریہ دائی اماں، یہ لیں کچھ پیسے اور اگر کم ہیں تو ایک، دو دن تک مزدوری کر" کے اور بھی دے دوں گا ابھی میرے پاس جتنی جمع پونجی تھی اُس کی سب کو مسٹائی اکھلا چکا ہوں

رشید نے جیب سے کچھ نوٹ نکال کر انکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا

کسی باتیں کر رہا ہے تو؟ اب میں تجھ سے پیسے لوں گی کیا؟, اماں کہتا ہے تو پھر اماں "کی بات بھی مان اور یہ پیسے رکھ اپنے پاس کیونکہ میں اپنے بیٹے سے ایک پیسہ بھی نہیں لوں گی"

ادھیڑ عمر دائی اماں رشید کو ڈپٹتے ہوئے بولی تھی اور پھر مسکرا کر نفی میں سرہلاتی وہاں سے چلی گئی تھی چند سیکنڈز میں دروازے کو کنڈی لگاتا رشید بھی کمرے میں آیا تھا اور پھر بے تحاشا خوشی سے کمرے میں موجود اس پلنگ کی جانب بڑھ گیا تھا جس پر سلطانہ سفید کپڑے سے سر باندھے لیٹی تھی جبکہ اس کے سرہانے بیٹھے حذیفہ کی گود میں ایک بڑی بڑی آنکھوں والی پیاری سے بچی تھی جس کا وہ بار بار منہ چوم رہا تھا رشید نے اسکی گود سے بچی کو لیکر اسکے کان میں آذان دی تھی اور پھر پرسوچ لہجے میں پوچھا تھا۔

"اب اس کا نام کیا رکھیں؟"

اُس نے سلطانہ اور حذیفہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا

"اس کا نام میں رکھوں گا ابا"

کمرے میں حذیفہ کی پر جوش آواز گونجی تھی

"ہاں , ہاں کیوں نہیں بیٹا بتاؤ کیا نام رکھے اسکا؟"

رشید نے نخوشی پوچھا

"عجوبہ رانی "نام ہوگا میری بہن کا"

"میری گریٹا , میری عجوبہ رانی"

باپ کی گود سے اپنی دل و جان سے عزیز بہن کو لیتے ہوئے حذیفہ نے کہا تھا اور پھر اُسے محبت سے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

چھ سال بعد

"عجوبہ , عجوبہ کہاں ہو میری گریٹا آکر دیکھ ابا کیا لایا ہے تیرے لیے"

رشید نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے ماتھے پہ آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا تھا اس کی
آواز سنتے ہی عجمہ جو کہ صحن میں ہی اپنی کپڑے کی بنائی ہوئی گریٹا سے کھیل رہی تھی اب
بھاگتی ہوئی رشید کے پاس آئی تھی

"ابا کیا لائے ہو میرے لیے"

اُس نے اپنی بڑی اور گول گول آنکھوں میں چمک لیے پوچھا تھا اسے پتا تھا کہ دن بھر مزدوری کرنے کے بعد رشید شام کو آتے ہوئے ضرور اس کے لیے کچھ نا کچھ لے کر آتا ہے، ان لانے والی چیزوں میں کبھی اُس کے پسندیدہ پھل، تو کبھی آلسکریم شامل ہوتا تھا اس کے علاوہ بھی وہ عجبہ کی زبان سے نکلنے والی ہر خواہش پوری کرتا تھا سلطانہ کا کہنا تھا کہ رشید نے اسے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

"یہ دیکھ"

رشید جس نے اُسکا تحفہ ہاتھ میں لیے کمر کے پیچھے چھپا رکھا تھا اب اس کی آنکھوں کے سامنے لاتے ہوئے بولا تھا ان دونوں کی آوازیں سن کر سلطانہ بھی صحن میں آگئی تھی اور ٹھیک اسی وقت حذیفہ بھی گھر میں داخل ہوا تھا جو کالج سے آنے کے بعد ایک ملینک کے پاس دکان میں دو۔ چار گھنٹے کام کر کے چند پیسے کماتا تھا

"اتنی بڑی پپی گریا"

عجوبہ نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا تھا اور رشید کے ہاتھ سے وہ بڑی گریبا جھپٹ لی تھی جو وہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے مسکرا رہا تھا

"اماں دیکھ ابا میرے لیے کتنی پیاری گھڑیا لایا ہے"

اس نے پاس کھڑی سلطانہ سے کہا تھا جو رشید کو گھور رہی تھی مگر رشید اس کی نظروں سے بچنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا

سلطانہ تپے ہوئے لہجے میں بولی تھی

واہ! یہ تو بہت پیارا ہے رشید اور پھر میں نے کئی مہینوں سے نئے کپڑے بنوائے بھی۔"

"نہیں ہے بڑی مہربانی تیری"

وہ اُس جوڑے کو کھول کر اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پر مسرت لہجے میں بولی تھی جبکہ حذیفہ گھٹنوں کے بل عجوبہ کے پاس بیٹھا اسکی گریٹا کو پیکنگ سے کھولنے کے بعد اب اس میں سیل ڈال رہا تھا جس کی مدد سے وہ گریٹا چلتی اور باتیں کرتی تھی

"حذیفہ، پتر تو بھی آدھر تیرے لیے بھی کچھ لے کر آیا ہوں"

رشید نے اُسے اپنے پاس آنے کو کہا تھا جس پر حذیفہ ہاتھ میں پکڑی گریٹا عجوبہ کو پکڑا کر رشید کے پاس آیا تھا اور ان کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا تھا

یہ دیکھ کر تیرے سب دوستوں کے پاس یہ نئے والے موبائل ہیں نا میں بھی تیرے لیے لے آیا ہوں "کیا کہتے ہیں اس موبائل کو؟

وہ آخر میں ماتھے پر ہاتھ رکھ کر یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا تھا

ہاں یاد آیا ٹچ موبائل "یہی کہتے ہیں نا اسے میں بھی تیرے لیے لے آیا ہوں پورے "سترہ ہزار کا

"وہ سب تو ٹھیک ہے رشید مگر تیرے پاس اتنے پیسے آئے کہاں سے؟"

سلطانہ نے اچانک سے کچھ حیران ہوتے ہوئے پوچھا تھا

یہ وہ اپنا اعجاز ہے ناگلی کے نکرڑ پر جس کی کریانے کی دکان ہے اس کے ساتھ میں " نے کمیٹی ڈالی تھی آج میری وہی چوبیس ہزار کی کمیٹی نکلی مجھے تو اتنی خوشی ہوئی بس تم "سب کے لیے یہ تحفے لے آیا اب خوش ہونا سب رشید نے مسکراتے ہوئے وضاحت دی تھی

"بھائی مجھے گیم کھیلنی ہے موبائل میں"

ابھی حذیفہ نے موبائل کھولا ہی تھا جب عجوہ نے اسے آواز دی تھی

حذیفہ نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے ہوئے کہا تھا اور پھر وہ سب اندر کمرے کی جانب بڑھ گئے تھے۔

رات کے نو بجے کا وقت تھا سلطانہ اور رشید دونوں سو چکے تھے جب پلنگ پہ حذیفہ کے بازو پر سر رکھے عجبہ ناک منہ پھلائے لاڈ سے بولی تھی جس پر حذیفہ جو موبائل میں ایک اور بچی کے ساتھ جنسی زیادتی کی ایک نئی خبر سن رہا تھا اسکی آواز پر سوچوں کی دنیا سے باہر آتا چونک اٹھا تھا اور پھر کچھ سوچتے ہوئے عجبہ سے بولا تھا

میری رانی , میں تجھے ثناء کے ساتھ کھیلنے سے منع نہیں کرتا ثناء بھی تیری طرح ایک " پیاری سی گڑیا ہے میں تو تیرے اکیلے باہر جانے یا کسی کے گھر جانے سے تجھے منع کرتا ہوں چاہے پھر وہ ثناء ہو یا کوئی اور مگر تم اکیلے باہر کبھی نہیں جاؤ گی یہ بات میں تجھے "کتنی ہی دفعہ سمجھا چکا ہوں اور ایک بار پھر سمجھا رہا ہوں اپنے بھائی کی بات مانیں گی نا حذیفہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تھا

"مگر کیوں بھائی؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے حذیفہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا

جس پر اس نے ایک لمحے کو سوچنے کے بعد بولنے کا آغاز کیا

میری گڑیا تجھے پتا ہے نا بھائی، اماں اور ابا تجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں تیرے بغیر زندہ " نہیں رہ سکتے اور آج کل ہمارے ارد گرد بہت خطرناک جانور آئے ہیں وہ دکھنے میں انسانوں کی طرح ہوتے ہیں ایسے ہی ہماری طرح اُن کے ہاتھ ہوتے ہیں، پاؤں ہوتے ہیں، بالکل ایسا ہی چہرہ بھی، ہمارے جیسے کپڑے بھی پہنے ہوتے ہیں مگر اصل میں وہ انسان نہیں خونخوار جانور ہوتے ہیں اور آجکل یہ جانور بچوں کو کھاتے ہیں اُن کو ایک سنسان جگہ لے کر چلے جاتے ہیں پھر پہلے اُن کو نوچتے ہیں اور بعد میں، اُن کو مار کر "اکہیں بھی گندی نالی یا گٹر میں پھینک دیتے ہیں

وہ کسی گہری سوچ میں گم وہی سب کچھ عجوبہ کو بتا رہا تھا جو اُس نے ابھی ابھی موبائل میں دیکھا تھا جہاں کورنگی کے علاقے میں ایک معصوم بچی ماہم کو ایسے ہی کسی درندے نے نوچنے کے بعد مار کر گٹر میں پھینک دیا تھا یہ سب سنتے سنتے عجوبہ بے حد ڈر گئی تھی اور اپنا چہرہ حذیفہ کے سینے میں چھپا لیا تھا

"ب بھائی اب میں باہر نہیں ج جاؤں گی اکیلے، بالکل بھی نہیں جاؤں گی"

اُس نے دُرتے دُرتے کہا تھا اور یہی تو حذیفہ چاہتا تھا کہ بس کسی طرح اپنی جان سے عزیز بہن کو محفوظ رکھے وہ خود تو زیادہ تر گھر پر نہیں ہوتا تھا صبح کالج اور پھر وہاں سے دکان پر چلا جاتا تھا جہاں سے اُسکی واپسی شام کے وقت ہوتی تھی سلطانہ بھی اب بوڑھاپے کی دہلیز پر تھی ہر وقت سر میں درد کی وجہ سے سر کو کپڑے سے باندھے سوئی رہتی جس کے باعث عجبہ کو مکمل چھوٹ مل گئی تھی وہ کبھی باہر گلی میں بچوں کے ساتھ کھیلتی تو کبھی بنا کسی کو بتائے اُنہی بچوں کے گھر چلی جاتی مگر اب بچوں کے ساتھ زیادتی کے واقعات میں تیزی کو رکھتے ہوئے حذیفہ اُسے باہر گلی میں یا کسی کے گھر جانے سے منع کرتا تھا اسے کہیں بھی جانے نہیں دیتا تھا۔

"بھائی گیم کھیل لوں میں؟"

اس نے کچھ دیر گزرنے کے بعد حذیفہ سے کہا تھا

"ہاں میری جان کھیل لو"

یہ کہتے ہوئے حذیفہ نے موبائل اس کے ہاتھ میں دے دیا تھا جس پر اب وہ گیم کھیل رہی تھی۔

.....

صبح کی نیلگوں روشنی پھیل چکی تھی رشید مزدوری کے لیے گھر سے نکل چکا تھا سلطانہ بھی باہر لکڑیاں جلائیں مٹی کے بنے چولہے پر دیگچی چڑھائے چائے بنا رہی تھی حذیفہ بھی آنکھیں مسلتے ہوئے عجوبہ کو گود میں لیے کمرے سے باہر آیا تھا جو اسکے کندھے پر سر رکھے سو رہی تھی۔

"چل میری گریڈ رانی اٹھ جا اب صبح ہو گئی ہے "شاباش"

حذیفہ نے مسکراتے ہوئے اسکا گال تھپتھپایا تھا جس ہر عجوبہ نے اسی کے کندھے پر چہرہ ملتے ہوئے آنکھیں کھول لی تھی

حذیفہ نے سلطانہ کے سامنے پنچوں کے بل بیٹھتے ہوئے کہا تھا جو آگ میں پھونک مارتے ہوئے کھانس رہی تھی

سلطانہ اسکی بات پر جی جان سے لرز کر بدعا دیتے ہوئے بولی تھی

"حدیث (کے مطابق سزائیں نہیں دی جائیں گی

حذیفہ نے تلخی سے کہا تھا اُسے اُن تمام بچیوں اور ان کے ماں، باپ، بہن، بھائیوں کا درد محسوس ہو رہا تھا کیونکہ اُسکی اپنی بھی ایک بہن تھی جو اُسے جان سے پیاری تھی اُسے پتا تھا کہ جب تک ان درندوں کو سب کے سامنے لا کر سنگسار نہیں کیا جائے گا تب تک یہ ظلم نہیں رکنے والا

اماں تجھے اس لیے بتایا میں نے کہ تُو ہر وقت سر باندھے سوئی رہتی ہے اور عجبہ کبھی " باہر گلی میں کھیل رہی ہوتی ہے تو کبھی کسی ناکسی کے گھر چلی جاتی ہے جو کہ بالکل

بھی اچھا نہیں ہے آج کے بعد میں عجب کو کہیں بھی باہر نا دیکھوں میں اپنی بہن پر ایک کھروچ بھی برداشت نہیں کر سکتا جب میں نہیں ہوتا تو اس کا دھیان رکھا کر اماں اسے سمجھایا کر کہ باہر گوشت کے بھوکے جانور پھر رہے جو ہمہ وقت بچپوں کو نوچنے کی تاک میں ہوتے ہیں اُسے اب کسی بھی قیمت پر اکیلے نہیں جانے دینا باہر حذیفہ نے انہیں سخت لہجے میں کہا تھا

"نہیں، نہیں بیٹا میری توبہ جو میں اپنی شہزادی کو باہر جانے دوں اب" سلطانہ نے باقاعدہ کانوں کو انگلیاں لگاتے ہوئے کہا تھا

"بھائی میں نے منہ ہاتھ دھو لیا" باتھروم کے باہر کھڑی عجب نے ہانک لگائی تھی

جسے سنتے ہی حذیفہ کھڑا ہو گیا تھا اور تار پہ لٹکا تولیہ اٹھا کر عجب کو پکڑایا تھا

یہ لے جا جلدی سے یونیفارم پہن کر آب میں منہ ہاتھ دھونے جا رہا ہوں، جلدی تیار " ہونا سکول بہت دور ہے تیرا سائیکل پر جانے میں بھی بہت وقت لگتا ہے آج پھر سے "لیٹ ہو گئے تو تیری استانی نے تجھے تو کچھ نہیں کہنا مگر مجھے بہت ڈانڈنا ہے

حذیفہ نے مسکرا کر اس سے کہا تھا جو اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کمرے میں چلی گئی تھی جبکہ وہ خود باتھ روم میں گھس گیا تھا

"اماں مجھے نہیں کھانا یہ نان، چائے کے ساتھ مجھے بسکٹ چاہئے"

ناشتے میں روز کی طرح چائے اور نان کو دیکھتے ہی عجبہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا تھا

ادھر آذرا تجھے میں سیدھا کرتی ہوں تیرے باپ اور بھائی نے تجھے کچھ زیادہ ہی سر پر " چڑھا رکھا ہے جو کھانا مل رہا ہے کھا , نہیں تو بہت ماروں گی کل جتنے پیسے تھے تیرے ابا کے پاس اُسکے تو تحفے لے آیا تھا سب کے لیے جو بیچ گئے تھے وہ تیرے ہی سکول کی فیس کے لیے دے دیئے محترمہ گاؤں کے سب سے بڑے پرائیوٹ سکول میں جو پڑھتی ہے پھر بھی نخرے نہیں ختم ہوتے , آج گیا ہے راشد مزدوری کرنے رات کو جو کسے گی وہ ویسے بھی لادے گا تیرے لیے کیونکہ اُس سے اپنی لاڈلی کے آنسو جو نہیں دیکھے جاتے لیکن ابھی میرے پاس ایک روپیہ تک نہیں جو تجھے دے دوں بسکٹ کھانے کے " لیے اس لیے جو رزق سامنے رکھا ہے یہی کھا کہ جا سکول سلطانہ نے غصے سے چبا چبا کر کھا تھا

اماں میں نہیں کھاؤں گی یہ اور بھوکی سکول جاؤں گی رات کو جب ابا آئے گا تو اسے " تیری شکایت لگاؤں گی کہ تُو نے مجھے بھوکے پیٹ سکول بھیج دیا تھا دیکھنا ابا کتنا ڈانٹے گا " تجھے

"ادھر میری طرف دیکھ"

پلنگ کے کنارے بیٹھتے ہوئے حذیفہ نے اسکے گول مٹول چہرے کو دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے کہا تھا وہ نظریں جھکائے کھڑی غصے میں لگ رہی تھی اسکے پھولے پھولے گال اس وقت مزید پھول گئے تھے بلاشبہ وہ ایک خوبصورت نقوش اور گندمی رنگت والی بہت پیاری سی بچی تھی جسے دیکھتے ہی اس پر پیار آجائے اسکے بے بی کٹ بال اسکی پلکوں کو چھو کر اسکے چہرے کو مزید دلکش بنا رہے تھے۔

"کہیں تجھے میری ہی نظر نا لگ جائے میری جان"

"یہ دیکھ اوپر اور اب ناراضگی ختم کر"

بیس روپے کا نوٹ اسکی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے حذیفہ نے کہا تھا جس پر اسنے دھیرے سے پلکیں اٹھا کر اوپر دیکھا تھا اور پھر خوشی سے اچھل پڑی تھی۔

یہ دیکھ بیس روپے اس میں ایک نہیں پورے دو, دو بسکٹ آئیں گے میں خود اپنی"
گڑیا کو لے کر دوں گا مگر اسکے لیے تجھے تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا میں بس اپنے یہ بوٹ
پہن کر ناشتہ کر لوں پھر سکول جاتے ہوئے راستے میں ہی تجھے لے دوں گا اور راستے
"میں ہی کھا لینا لیکن اکیلے باہر نا جانا ٹھیک ہے

بھائی اب ناشتہ بھی کرے گا بہت دیر ہو جائے گی میں خود چلی جاتی ہوں اور جلدی"
سے واپس آجاؤں گی بھائی کو پتا بھی نہیں چلے گا کیونکہ اماں بھی باتھروم میں ہے اس کو
"بھی نہیں پتا

اُسکے ننھے دماغ سے رات کی ساری باتیں اب تک نکل چکی تھی اس نے سوچا تھا کہ
جلدی واپس آجاؤں گی اور قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے تھے سکول کا یونیفارم پہنے) جو
سفید فراک، سفید ہی شلوار اور نیلے کلر کے سکارف پر مشتمل تھا (وہ باہر گلی میں آئی
تھی بیگ اسکا گھر میں ہی پلنگ پر پڑا ہوا تھا بیس روپے کا نوٹ سختی سے مٹھی میں
جکڑے وہ اس طویل گلی میں چلی جا رہی تھی جو صبح کے اس وقت مکمل سنسان پڑی
تھی باقی بچے بھی سکول جاتے تھے مگر وہ سب گاؤں کے قریبی سکول جاتے تھے جبکہ
عجوبہ کا سکول اور حذیفہ کا کالج بہت دور تھا جہاں وہ دونوں سائیکل پر جاتے تھے ان
دونوں کو روز ہی صبح جلدی اٹھنا پڑتا تھا۔

"اوہ دیکھو تو، یہ تو عجبہ رانی ہے، عجبہ رانی اتنی صبح صبح گلی میں کیا کر رہی ہے؟"

اس نے عجبہ کا ہاتھ تھام کر پوچھا تھا جس پر اُس نے جھکی نظریں اٹھا کر اس شخص کو دیکھا تھا اور پھر اسکی آنکھوں میں شناسائی کی رمق نظر آئی تھی یقیناً وہ اس شخص کو جانتی تھی۔

ٹھیک ہے بھائی لیکن تم مجھے جلدی واپس گھر لے آنا کیونکہ ذیفی بھائی مجھے باہر نہیں " جانے دیتا وہ میرا بہت خیال رکھتا ہے مجھ سے بہت پیار کرتا ہے اس نے معصومیت ابرو اچکاتے ہوئے اس آدمی سے کہا تھا

ہاں ، ہاں جلدی لے آؤں گا واپس لیکن پہلے تو چل تو سہی جلدی جائیں گے تو ہی " جلدی واپس آسکیں گے نا

عجوبہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے بولا تھا اور اس سے پہلے کہ وہاں کسی کی آمد ہوتی وہ چہرہ نیچے کیے لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے وہاں سے چل دیا تھا وہ لوگ ایک - دو گلیوں سے گزرنے کے بعد اب ایک سنسان کچے راستے پر نکل آئے تھے جہاں دور دور تک کوئی ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا دائیں اور بائیں جانب صرف کھیت ہی کھیت تھے ابھی ابھی اُس شخص نے اپنی رفتار کم نہیں کی تھی بلکہ اُسی طرح تیز تیز قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے عجوبہ کو بھی تقریباً اپنے ساتھ گھسیٹ رہا تھا جو معصومیت

سے اُسے بتا رہی تھی کہ وہ اپنی اماں , ابا اور بھائی کی لاڈلی ہے وہ سب اُس سے بہت پیار کرتے ہیں اُس پر جان چھڑکتے ہیں مگر عجبہ رانی کا ہاتھ پکڑے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اُس درندے کو اس سے کیا وہ تو بس جلد از جلد اپنے لیے کوئی ایسا سنسان ٹھکانہ تلاش کر رہا تھا جہاں وہ اُس ننھی جان کو نوچ سکے۔

اپنی مطلوبہ کتاب ڈھونڈنے کے بعد حذیفہ اب کمرے سے باہر آیا تھا اور صحن میں یہاں وہاں دیکھا تھا مگر اسے نا ہی اماں نظر آئی تھی اور نا عجبہ

"عجبہ ! عجبہ رانی کہاں ہو میری گریبا؟"

"..... جلدی سے آجاؤ ورنہ دیر"

حذیفہ بے بسی سے چیخا تھا

سلطانہ نے روتے ہوئے کہا تھا

~~~~~

Visit For More Novels : [www.urdu-novelbank.com](http://www.urdu-novelbank.com) Page 37  
E-mail [pdfnovelbank@gmail.com](mailto:pdfnovelbank@gmail.com) WhatsApp [03061756508](https://wa.me/03061756508)

"بھائی بتاؤ نا یہ تم مجھے کہاں لے کر آئے ہو یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"

عجّوہ نے ایک بار ہنسنے کے بعد جواب نہ دیا اب عجّوہ کو اس سے ڈر لگنے لگا تھا اسے یکدم رات کی گئی حذیفہ کی باتیں یاد آئی تھیں۔

آج کل ہمارے ارد گرد بہت خطرناک جانور آئے ہیں وہ دکھنے میں انسانوں کی طرح " ہوتے ہیں ایسے ہی ہماری طرح ان کے ہاتھ ہوتے ہیں، پاؤں ہوتے ہیں، بالکل ایسا ہی چہرہ بھی ہمارے جیسے کپڑے بھی پہنے ہوتے ہیں مگر اصل میں وہ انسان نہیں خوشخوار جانور ہوتے ہیں اور آجکل یہ جانور بچوں کو کھاتے ہیں ان کو ایک سنسان جگہ لے کر چلے جاتے ہیں پھر پہلے ان کو نوچتے ہیں اور بعد میں، ان کو مار کر کہیں بھی گندی نالی "یا گٹر میں پھینک دیتے ہیں

حذیفہ کی یہ باتیں ذہن میں آتے ہی عجوبہ جی جان سے لرزاٹھی تھی اُسے اب اُس شخص سے شدید خوف آ رہا تھا وہ شدت سے کانپنے لگی تھی۔

مجھے ڈر لگ رہا ہے، مجھے اپنے ذیفی بھائی کے پاس جانا ہے، مجھے اماں، ابا کے پاس "جانا ہے مجھے واپس گھر لے جاؤ وہ سب مجھے ڈھونڈ رہے ہونگے، مجھے اپنے گھر جانا ہے وہ چیخ چیخ کر روتے ہوئے بولی تھی مگر مقابل موجود درندے پر تو جیسے کوئی اثر ہی نہیں پڑ رہا تھا روتی بلکتی عجمہ نے اپنے قدم روک لیے تھے اور نڈھال سی وہی بیٹھ کر رونے لگ گئی تھی جس پر اُس شخص نے ایک زور دار تمپھر رسید کرتے ہوئے اُسے گود میں اٹھایا تھا اور ہونٹوں پر ایک غلیظ مسکراہٹ لیے سامنے نظر آتے ایک کھنڈر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

وہ غلیظ انسان عجمہ کو کندھے پر ڈالے اسے اسی کھنڈر میں لے آیا تھا وہ کھنڈر عجمہ رانی کی سسکیوں سے گونج رہا تھا جیسے جیسے وہ شخص اس کی جانب بڑھ رہا تھا ویسے ویسے وہ پیچھے کی جانب کھسک رہی تھی اس کی بال بکھر چکے تھے اور تمپھر کی شدت سے ہونٹ کے کنارے سے خون کے قطرے ٹپک کر ٹھوڑی تک ایک لکیر کی صورت میں بہہ رہے تھے پیچھے جاتے جاتے آخر کار وہ دیوار سے جا لگی تھی اور یہی وہ وقت تھا جب اُس درندے

E-mail [pdfnovelbank@gmail.com](mailto:pdfnovelbank@gmail.com) WhatsApp **03061756508**



اپنے سہمے ہوئے بچوں کو اپنی بانہوں میں چھپایا تھا، خونخوار جانور بھی غمگین و حیران تھے کہ ہم سے بھی بڑھ کر دردے اس دنیا میں پائے جاتے ہیں جو بچوں کو چھیڑ پھاڑ ڈالتے ہیں

عجوبہ رانی کی چیخوں پر وہ شخص کبھی اس کے چہرے پر تھپڑ مارتا تو کبھی اس کے بال بے دردی سے نوچتا مگر اسکے باوجود جب اسکی کریناک چیخیں بند نا ہوئی تو اس غلیظ انسان نے اس کے منہ پر سختی سے ہاتھ جما کر اسکی سانسوں کے ساتھ ساتھ اسکی چیخوں کا بھی گلا گھونٹ دیا تھا وہ دردناک وقت آہستہ آہستہ سرک رہا تھا انسان کے روپ میں وہ شیطان اس معصوم بچی کو بے دردی سے نوچ نوچ کر اپنی حوس مٹا رہا تھا کافی وقت گزرنے کے بعد وہ حیوان اس بچی کو آزاد کرتا اس کھنڈر سے باہر آیا تھا اور پھر یہاں وہاں دیکھ کر جائزہ لیا تھا کہ کہیں کوئی موجود تو نہیں مگر وہاں کوئی نا تھا اپنے لمبے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے سنوارنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر اپنے تاثرات نارمل کیے تھے اور پھر واپس کھنڈر کے اندر آکر ایک نظر اس بے جان وجود کو دیکھا تھا جو

اس ظلم و بربریت کی تاب نالاتے ہوئے بے جان ہو گئی تھی اس ظالم شخص نے قریب آکر عجبہ رانی کی سانسوں کا جائزہ لیا تھا جو بے حد مدہم چل رہی تھی۔

"یہ بچ گئی تو میرا نام بتا دے گی سب کو اس کا زندہ رہنا ٹھیک نہیں ہوگا"

اس گھٹیا انسان نے زیر لب کہا تھا اور پھر دونوں ہاتھوں میں اسکی ننھی گردن کو پکڑ کر پوری قوت سے مروڑ دیا تھا ایک کھٹک کی آواز کے ساتھ اس ننھی پری کی گردن ٹوٹ چکی تھی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اسکے سانسوں کی دُور بھی کٹ چکی تھی اس وحشی درندے نے اسی کھنڈر کے کونے میں پڑی ایک بڑی سی بوری اٹھائی تھی اور پھر اس میں عجوبہ رانی کو ڈال کر کہیں پھینکنے چلا گیا تھا۔

تجھے تو ہونا تھا فرشتوں سے بھی افضل لیکن  
ہائے انسان تُو تو درندوں سے بھی بدتر نکلا

"السلام علیکم چچا جی"

سارے راستے میں عجبہ کو ڈھونڈنے کے بعد اب حذیفہ اس دکان پر آیا تھا جس دکان سے روز صبح عجبہ کھانے پینے کی چیزیں لیتی تھی۔

"وعلیکم السلام! حذیفہ بیٹا خیریت تو ہے نا اتنے گھبرائے گھبرائے سے کیوں لگ رہے ہو"

اس دکاندار نے حیرت بھرے انداز میں حذیفہ سے پوچھا تھا جس کا بھاگ بھاگ کر سانس  
بری طرح پھول چکا تھا

”پچھا عجوبہ یہاں آئی ہے کیا؟ آپ نے اس کو کہیں دیکھا تو خدا را بتائیں مجھے؟“  
حذیفہ نے ہانپتے ہوئے پوچھا تھا

"نہیں بیٹا عجبہ بیٹی تو روز تمہارے ساتھ آتی ہے سائیکل پہ آج تو نہیں آئی"

"حذیفہ , عجوبہ کہاں ہے؟"

"اماں ہماری گڑیا کہیں نہیں ملی"

"کہیں نہیں ملی ہماری شہزادی"

حذیفہ نے سسکتے ہوئے کہا تھا

شام تک پورے گاؤں میں رشید کی اکلوتی لادلی بیٹی کے گمشدگی کی خبر پھیل چکی تھی گاؤں کی بہت سی عورتیں اس وقت رشید کے گھر میں روتی بلکتی سلطانہ کو تسلیاں دیتی خود بھی اشک بہا رہی تھی جبکہ سارے مرد، اور محلے کے بچے رشید اور حذیفہ کے ساتھ مل کر ہر پورا گاؤں چھان مار چکے تھے مگر عجوہ کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ پولیس پہلے تو رپورٹ نہیں لکھوا رہی تھی مگر پھر جب پورے گاؤں کے لوگوں نے تنہا پر دھاوا بول دیا تو معاملے کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے پولیس نے بھی رپورٹ درج کروانے کے ساتھ ساتھ اپنی کروائی تیز کر دی تھی۔

شام پانچ بجے کا وقت تھا جب بچے جو کہ عجوہ کو ڈھونڈنے میں اپنے بڑوں کی مدد کر رہے تھے انہوں نے آکر سب کو اطلاع دی تھی کہ گاؤں میں موجود وہ سب سے بڑا گٹر جہاں

E-mail [pdfnovelbank@gmail.com](mailto:pdfnovelbank@gmail.com) WhatsApp [03061756508](https://wa.me/03061756508)

جانب کو ڈھلک رہی تھی۔ "آہ ہا کیسے دیکھتی سلطانہ اپنی جان سے پیاری بیٹی کو اس حالت میں، کیسے برداشت کرتا رشید اپنی بیٹی کی اس دردناک جدائی کو جس بیٹی کو پانے کے لیے اس نے اللہ سے دعائیں مانگی تھی جس کے لبوں کی مسکان میں اسکی جان بستی تھی، کیسے دیکھ پاتا حذیفہ اپنی راج دلاری بہن کو ایسی حالت میں؟" اب تک کئی عجبہ رانیوں کو ایسے بے دردی سے نوچ کر موت کی نیند سلایا جا چکا ہے کوئی جا کر پوچھے سلطانہ جیسی ماں سے، رشید جیسے باپ سے اور حذیفہ جیسے بھائی سے کہ کیا گزرتی ہے اس وقت ان پر جب عجبہ جیسی بچیوں کی لاشیں کچرے کے ڈھیروں اور گڑوں سے ملتی ہیں کیا گزرتی ہیں ان پر جب وہ عجبہ جیسی بچیوں کو ایسی حالت میں دیکھتے ہیں؟





حذیفہ کی دردناک چیخیں وہاں موجود لوگوں کے سینوں پر خنجر کی طرح لگ رہی تھیں ان کے دلوں میں بھی ایک بے تحاشا تکلیف دہ دھاڑا تھا کچھ لوگوں نے مل کر رشید کو اٹھایا تھا اور کچھ نے حذیفہ کو سہارا دیا تھا وہ سب بہت مشکلوں سے ان دونوں کو گھر لے کر آئے تھے مگر گھر میں ابھی ایک ہستی تو باقی تھی جو اس سب سے انجان جائے نماز بچھا کر سجدے میں پڑی رو کر اپنی بیٹی کے صحیح سلامت ملنے کی دعائیں مانگ رہی تھی اور وہ تھی سلطانہ مگر جلد ہی اسے بھی پتا چل جانا تھا کہ اس کی بیٹی اب اس سے بہت دور جا چکی ہے ، بہت دور جہاں سے آنا ناممکن تھا۔

آج پھر ایک جان جسم سے الگ ہو گئی "

"زینب اسین انصاری کی طرح عجبہ رانی بھی دفن ہو گئی

.....

سجدے میں پڑی سلطانہ باہر سے آتی مردوں کی آوازوں , عورتوں کی بین اور حذیفہ کی چیخوں پر دگمگاتے قدموں سے باہر آئی تھی کمرے کی چوکھٹ سے باہر قدم رکھتے ہی اسکی نظر صحن میں روتے بلکتے حذیفہ کی گود میں موجود عجبہ پر گئی تھی جس کو اب ایک سفید کپڑے میں لپیٹا گیا تھا سلطانہ کے قدم زنجیر ہوئے تھے اس کے لیے اپنی جگہ سے ہلنا محال ہوا تھا۔

"سلطانہ , سلطانیہ کیسا ظلم ہوا ہے تیری لاڈو رانی پہ , آدیکھ اپنی رانی کی حالت"

ایک عورت نے ساکت کھڑی سلطانہ کا ہاتھ پکڑا تھا اور اسے گھسیٹتے ہوئے عجبہ کے پاس لے آئی تھی جس کے مردہ جسم کو صحن میں موجود چارپائی پر لیٹایا گیا تھا

نہیں بواجی یہ میری عجزہ رانی نہیں ہے، ان سب کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے یہ میری "شہزادی نہیں ہے"



وہ بوڑھی عورت جسے سلطانہ بواکہ رہی تھی بین کرتے ہوئے بولی تھی

"اماں یہی ہماری گریٹا ہے، یہی ہماری عجوہ رانی ہے"

حذیفہ نے اپنی ماں کو اپنے ساتھ لیٹاتے ہوئے کہا تھا مگر اچانک ہی سلطانہ اسے زور دار دھکے دیتے ہوئے گئی تھی اور چارپائی پر پڑے اس ننھے مردہ وجود پر جھک گئی تھی۔

"عجوہ، عجوہ میری رانی اٹھ، یہ دیکھ سب کیا کہہ رہے ہیں؟"

یہ سب کہہ رہے ہیں کہ میری گریٹا چلی گئی ہے مجھے چھوڑ کر اٹھ دیکھ تیرا ابا بے ہوش"

"پڑا ہوا ہے اسے ہوش نہیں آ رہا تیرا صدمہ جو لگا ہے میری جان اٹھ جا جلدی کر

، دیکھ میری گریٹا اٹھ جا اپنی اماں کو ناستا اٹھ جا تجھے بسکٹ کھانا ہے نا میں لیکر دوں گی"

دیکھ ابا اور بھائی تجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں کبھی تیری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتے



"اٹھنا، کیوں نہیں اٹھ رہی تو، اٹھ جا ہم سب کیسے رہیں گے تیرے بغیر"  
اب وہ غصے و بے بسی سے چیختے ہوئے اسے بری طرح جھنجھوڑ رہی تھی مگر اچانک ہے  
اسکے سینے پر سر رکھ کر خاموش ہو گئی تھی  
بلکل ساکت اور خاموش

وہاں کھڑی بواجی اب گلاس میں پانی لیے رشید کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی  
جب کچھ دیر خاموشی سے پڑے رہنے کے بعد سلطانہ اچانک ہے اٹھی تھی اور پھر قہقہہ  
لگا کر ہنس پڑی تھی یہاں تک کہ ہنستے ہنستے اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اور پیٹ  
میں درد ہونے لگا تھا سب لوگ حیرت سے کبھی ایک دوسرے کو دیکھتے تو کبھی اس  
بدبخت ماں کو جو اپنی بچی پر ہوئے ظلم کی تاب نہ لاتے ہوئے پاگل ہو چکی تھی وہ کبھی  
روتے ہوئے عجبہ کو جھنجھوڑ کر اسے اٹھانے کی کوشش کرتی اور کبھی پیٹ پر دونوں ہاتھ  
رکھ کر ہنسی سے بے حال ہو جاتی۔



اس دلوں کو لرزا دینے والے واقعے کو دو دن ہو چکے تھے ملک میں عجزہ کے انصاف کے لیے ایک الگ ہی ہنگامہ برپا ہو گیا تھا لوگ جانجا سرکوں پر نکل آئے تھے سب عجزہ کو اپنی بیٹی سمجھ کر رشید اور سلطانہ کا دکھ بانٹ رہے تھے بیٹی کی حالت دیکھنے کے بعد بے جان رشید، بیٹی کے غم میں پاگل سلطانہ اور بہن کی دردناک جدائی میں نڈھال حذیفہ بھی خوشاب گاؤں میں تمھانے کے باہر ننھی عجزہ کے انصاف کے لیے پوسٹرز لیے کھڑے تھے پولیس یہی کہہ رہی تھی کہ ہم اپنی طرف سے کوشش کر رہے ہیں مگر ابھی تک پولیس اس اس درندے کو پکڑنے میں ناکام تھی ڈی۔ این۔ اے ٹیسٹس بھی لیے جا چکے تھے مگر ابھی تک اس جانب سے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا تھا۔

"نامنظور، نامنظور، بچوں کے ساتھ زیادتی نامنظور"

ہر جانب یہی نعرے گونج رہے تھے





"جی آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

وہ بھی کوئی پولیس آفیسر تھا جس نے حذیفہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تھا

جی میں غفور بھائی سے ملنے آیا ہوں انہوں نے مجھے یہاں انتظار کرنے کو بولا ہے  
ایس۔ ایس۔ پی صاحب سے بھی ملنا چاہتا ہوں اجازت لے چکا ہوں مگر وہ شاید کسی  
میٹنگ میں مصروف ہیں اس لیے غفور صاحب مجھے یہاں کھڑا کر رہے ہیں  
"ایس۔ ایس۔ پی صاحب سے مل کر یہاں سے چلا جاؤں گا

حذیفہ نے کمال اعتماد سے جواب دیا تھا ایس۔ ایس۔ پی کے نام پر وہ پولیس آفیسر فوراً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہاں سے چلے گیا تھا۔ جبکہ اس کے وہاں سے جاتے ہی حذیفہ نے ایک بار پھر قدم اس کمرے کی جانب بڑھا دیئے تھے جہاں میٹینگ چل رہی تھی اس کا مقصد واقعی ایس۔ ایس۔ پی صاحب سے بات کرنا تھا مگر اندر سے آتی غصیلی آواز پر اس کے قدم زنجیر ہوئے تھے اس نے وقت ضائع کیے بغیر جیب سے وہ موبائل نکالا تھا جو چند دن پہلے رشید نے اسے لیکر دیا تھا اور پھر کمرے میں موجود لوگوں اور ان کی آوازوں کو ایک ویڈیو کی صورت میں ریکارڈ کرنا شروع کر دیا جہاں کوئی غصے سے سخت لہجے میں بول رہا تھا۔

کیا مطلب ڈی۔ این۔ اے میچ کر گیا مگر وہ انسان گاؤں سے بھاگ چکا ہے اتنی سخت سکيورٹی اور اتنے اہلکاروں کے ہوتے ہوئے کوئی گاؤں سے باہر کیسے جا سکتا ہے جواب دو مجھے

ایس۔ ایس۔ پی صاحب اس دوسرے اہلکار پر دھاڑے تھے

"سر میں معذرت خواہ ہوں کہ-----"

معذرت خواہ تمہارے معذرت خواہ ہونے سے کیا ہوگا باہر دیکھو ذرا کیا حال ہے پورے پاکستان میں عوام جگہ جگہ راستے بند کیے کھڑے ہیں مزید دو دن گزرے تو یہ لوگ ہم پر ہی دھاوا بول دینگے

وہ غصے سے سرخ چہرہ لیے بول رہے تھے

"اب ایک ہی کام ہو سکتا ہے"

وہ پرسوج لہجے میں بولے تھے

کیا "سامنے موجود انسان نے نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا تھا"

"وہ کیا نام بتایا تم نے اصل مجرم کا جس کا ڈی۔ این۔ اے میچ کر گیا۔"

پوچھا تھا

ایک اہلکار نے مؤدب لہجے میں جواب دیا تھا جبکہ اس کے جواب پر باہر کھڑے حذیفہ کے ہاتھ سے موبائل گرتے گرتے بچا تھا "مشتاق احمد" حذیفہ نے وہی نام زیر لب دہرایا تھا کیونکہ وہ مشتاق احمد کو جانتا تھا

اس ایس۔ ایس۔ پی نے حکم دیتے ہوئے کہا تھا باہر کھڑا حذیفہ دنگ رہ گیا تھا

"ایس سر"

وہاں موجود سب نے یک زبان ہو کر کہا تھا

نہیں سر، یہ سراسر غلط ہے آپ کسی بے گناہ کو پکڑوا کر نا صرف ننھی عجوہ کے ساتھ نا انصافی کر رہے ہیں بلکہ عوام کے جذبات کے ساتھ بھی کھیل رہے ہیں انہیں عوام کی وجہ سے ہم آج ان عہدوں پر فائز ہیں ان کی حفاظت کے لیے ہم یہاں کھڑے ہیں اور اب اتنی بڑی نا انصافی اور گناہ کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے جذبات کے ساتھ بھی کھلواڑ کر رہے ہیں

باقی سب خاموش تھے جب انہی میں سے ایک پولیس آفیسر کے آواز آئی تھی جس نے افسوس بھرے لہجے میں ایس۔ ایس۔ پی سے کہا تھا باہر کھڑے حذیفہ نے بے اختیار شکر کا کلمہ ادا کیا تھا کہ جہاں ہمارے ملک میں رشوت خور، عوام کا پیسہ ہٹانے والے لوگ موجود ہیں وہی اس پولیس آفیسر کی طرح نیک اور عوام کا احساس کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں

زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے میں بہتر جانتا ہوں کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں جیسا کہا ہے میں نے ویسا ہی کرو نہیں تو تم جانتے ہو میں کیا کر سکتا ہوں

انہوں نے غصے سے کہا تھا جس پر وہ پولیس آفیسر سختی سے لب بھیج کر خاموش ہو گیا تھا جبکہ باقی سب کو حکم دیتا وہ ایس۔ ایس۔ پی جیسے ہی باہر کی جانب بڑھنے لگا حذیفہ فوراً ویڈیو بنا کر موبائل جیب میں رکھتے ہوئے وہاں سے ہٹ گیا تھا اور تنہا آنے سے باہر آتے ہی اسکا خون رگوں میں کھولنے لگا اس کی جان سے پیاری بہن کو کوئی اپنی حوس کا نشانہ بنا کر بے دردی سے مار چکا تھا ، اس کا باپ زندہ لاش بن چکا تھا ، اس کی ماں پاگل ہو چکی تھی ، وہ خود دکھ اور تکلیف سے تڑپ رہا تھا اور یہ جن کو عوام کے رکھوالا اور ان کا محافظ سمجھا جاتا ہے وہی کسی بے گناہ انسان کو سزا دلوانے اور گناہ گار کو آزاد چھوڑنے کا فیصلہ کر رہا تھا

دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے وہ اپنے غصے کو قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا ورنہ اسکا دل کر رہا تھا کہ مشتاق احمد کے ساتھ ساتھ اس ایس۔ ایس۔ پی کی بھی جان لے لیں

حذیفہ مشتاق احمد کو اچھی طرح جانتا تھا وہ ایک ینتیس سالہ غیر شادی شدہ شخص تھا

جسکی صرف ایک معذور ماں اور ایک پچیس سالہ بہن تھی، پہلے تو وہ دہائی میں رہتا تھا وہاں کام کے لیے گیا تھا مگر اب دو مہینے پہلے جب اسکی بہن کی شادی ہوئی تو وہ پاکستان واپس آگیا تھا کافی دیر وہاں کھڑے ہو کر انصاف کے لیے نعرے لگانے کے بعد بالآخر حذیفہ اپنے بوڑھے اور کمزور ماں باپ کو لیے گھر آگیا تھا اور ان کو کھانا کھلانے کے بعد ایک ایک نیند کی گولی دے کر سلا دیا تھا تھا کیونکہ اگر وہ انکو نیند کی گولی نا دیتا تو رشید ساری رات جاگ کر عجب کی ایک ایک چیز کو چھو کر اشک بہاتا اور سلطانہ کبھی چیخ چیخ کر روتی تو کبھی قہقہے لگا کر ہنستی۔

اس قانون سے کچھ نہیں ہوگا حذیفہ بہت سی بچیاں ایسی ہیں جن کو آج تک انصاف نا مل سکا جو ایسے ہی کسی ظالم درندے کی درنگی کا شکار ہونے کے بعد اس دنیا سے چلی گئی پشاور کی زینب حوض گل، اب گورنگی کی ماہم کسی کو بھی تو انصاف نا ملا اب جو کرنا ہوا اپنی گریبا رانی کے لیے میں خود کروں گا اپنی گریبا کے جیتے جی تو میں اسے اس درندے سے نا بچا سکا مگر اب



جب وہ مجھ سے بہت دور جا چکی ہے تو میں اسے انصاف دلوا کر رہوں گا اسے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق سزا دے کر رہوں گا چاہے میری جان ہی کیوں نا چلی جائے مگر میں اپنی عجوہ رانی کے مجرم کو ایسی عبرتناک سزا دوں گا کہ آئندہ کوئی ایسا بے حس جانور معصوم بچیوں کے قریب آنے یا ان کو گندی نظر سے دیکھنے کی "بھی کوشش نہیں کرے گا

عجوہ کی ننھی قمیض کو چومتے ہوئے حذیفہ نے کہا تھا اور پھر پوری رات بیٹھ کر سارا لائے عمل طے کرنے کے بعد فجر کی آذان ہوتے ہی نماز ادا کرنے اور اپنی کامیابی کے لیے دعا کرنے کے بعد وہ اٹھا تھا اور ایک چھوٹے سے کالے رنگ کے بیگ میں اپنے کچھ کپڑے اور ضرورت کا سامان رکھ کر وہ رشید کے پاس آیا تھا جو جائے نماز پر بیٹھا شاید رو رہا تھا مگر اب حذیفہ کے آتے ہی اس نے آنسو پونچھ لیے تھے۔

حذیفہ میرے بیٹے کہاں جا رہا ہے تو؟"

رشید نے اس کے ہاتھ میں بیگ دیکھ کر تڑپ کر پوچھا تھا بیٹی تو جاہی چکی تھی اب اپنے آخری سہارے اپنی اولاد اپنے بیٹے کو وہ خود سے دور نہیں کر سکتا تھا ان کے پوچھنے پر حذیفہ نے ان کو ساری بات سے آگاہ کیا جو وہ کل پولیس اسٹیشن سن چکا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ان کو وہ ویڈیو بھی دکھا دی تھی جسے دیکھتے ہی رشید ایک بار پھر رونے لگا تھا۔

بابا آپ فکر نا کریں میں عجوہ کے قاتل مشتاق کو ضرور سزا دوں گا اور انتہائی عبرتناک سزا دوں گا جس بے گناہ انسان کو یہ لوگ پکڑنے والے ہیں اس کی بے گناہی کو بھی ثابت کروں گا سب سے بڑا ثبوت میرے پاس یہ ویڈیو ہے لیکن آپ مجھ سے وعدہ کریں ابا کہ "آپ میری غیر موجودگی میں اماں کا خیال رکھیں گے"

حذیفہ نے انکا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگاتے ہوئے کہا تھا جس پر رشید نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے حذیفہ سے وعدہ کیا تھا اور پھر اسے دعاؤں کے سائے میں رخصت





مجھے پتا ہے آپ یہ سب معلومات اس طرح سے کسی کو نہیں دے سکتے مگر آپ صرف اتنا سوچے کہ آپ کی اس معمولی سی مدد سے ایک قاتل ایک گناہگار اپنے انجام کو پہنچ جائے گا، ایک معصوم بچی جس کو وہ اپنی حوس کا نشانہ بنا کر مار چکا ہے اسے انصاف مل جائے گا، مزید کئی بچیاں ایسے درندوں سے بچ جائیں گی اور ایک بے گناہ جسے یہ پولیس "والے پکڑوا کر سزا دینے جارہے ہیں وہ بچ جائے گا کیا اتنا کافی نہیں ہے سر حذیفہ نے ان سے کہا تھا جس پر وہ کچھ تذبذب میں مبتلا ہو گئے تھے جب کے حذیفہ بغور ان کے تاثرات کا اندازہ لگا رہا تھا۔

میں مزید لمبی بات کرنے کے بجائے آپ کو صرف اتنا کہوں گا سرکہ میری اکلوتی ، لاڈلی معصوم بہن کی جگہ محض ایک پل کو اپنی بہن یا بیٹی کو رکھ کر دیکھیں اور پھر مجھے ، بتائیں کیا آپ اپنی بہن یا بیٹی کے ساتھ اتنا ظلم کرنے والے ، اسے قتل کرنے والے "کو زندہ چھوڑ سکتے ہیں کیا آپ اپنی بہن یا بیٹی کو انصاف نہیں دلوائیں گے

حذیفہ نے بھرائی آواز میں کہا تھا

"جہلم، جہلم کے علاقے میں چھپا ہے وہ گھٹیا انسان جاؤ اور ڈھونڈ لاؤ اسے"

اتنا کہہ کر وہ پولیس والا لب بھینچ کر خاموش ہو گیا تھا جب کہ حذیفہ نے انہیں تشکر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا تھا اور پھر وہاں سے روانہ ہو گیا تھا

"اللہ تمہیں کامیاب کریں اور تم اپنی بہن کے قاتل کو عبرتناک سزا دو امین"

ریاض نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا جس پر امین کہتے ہوئے حذیفہ نے بیگ کندھے پر ڈالا تھا اور وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔

پانچ دن بعد

دیکھیں رشید بھائی ہمیں بہت دکھ ہے آپ کی بیٹی کا وہ ہماری اس قوم کی بیٹی تھی لیکن خوشی اس بات کی ہے کہ ہم اس کے قاتل کو اس جانور کو گرفتار کر چکے ہیں جس نے عجوہ بیٹی کے ساتھ وہ درندوں والا سلوک کیا تھا اور پھر اسے قتل کر دیا تھا

گورنر اور چند اور ایسے بڑے بڑے لوگ ایس۔ ایس۔ پی صاحب سمیت اس وقت رشید کے گھر صحن میں بچھی کرسیوں پر بیٹھے تھے جب ان میں سے ایک نے رشید سے کہا تھا

جس پر رشید جو پہلے ہی سے ساری سچائی جانتا تھا نظریں جھکائے خاموش بیٹھا تھا دوسری جانب حذیفہ دن رات لگا کر آفیسر ریاض کی مدد سے مشتاق احمد کو پکڑنے میں کامیاب ہو چکا تھا آفیسر ریاض مشتاق کے پل پل کی معلومات حذیفہ کو دیتا تھا کہ مشتاق کب کس جگہ موجود ہے جبکہ باقی سب یہ اعلان کر کے ٹھنڈے بیٹھ گئے تھے کہ مجرم پکڑا جا چکا ہے اور گاؤں کے ہی ایک غریب دھوبی کو گرفتار کر کے لے جا چکے تھے جس کی اپنی پانچ بیٹیاں تھیں ریاض نے اپنے دو وفادار بندوں کو گاڑی دے کر حذیفہ کے ساتھ بھیجا تھا اور اب وہ لوگ مشتاق کو لیے گاؤں کی حدود میں داخل ہو چکے تھے

بس اب کل ہی اس کو عدالت میں پیش کریں گے اور ہم سب مل کر اس گھٹیا انسان کو کڑی سے کڑی سزا دلوائیں گے

ان سرکاری افسران میں ہی ایک نے رشید سے کہا تھا مگر اس سے پہلے کہ رشید کوئی جواب دیتا گاؤں کے بچے بھاگتے ہوئے وہاں آئے تھے اور پھولی ہوئی سانسوں سمیت کہا تھا۔

رشید چچا، رشید چچا حذیفہ بھائی مشتاق چچا کو پکڑ کر لایا ہے اور اسے گاؤں کی پچھلی طرف ہمارے بڑے کمرکٹ کے میدان میں دونوں ہاتھوں سے باندھ رکھا ہے پورے گاؤں کے لوگ وہاں اکھٹے ہوئے ہیں تم بھی چلو چچا سب آؤ حذیفہ بھائی نے کہا ہے، جلدی چلو

سب چلو

ان بچوں نے کہا تھا اور دروازے سے نکلتے واپس بھاگتے ہوئے گئے تھے رشید بنا ان افسران کی جانب دیکھے اندر کمرے کی جانب گئے تھے اور سلطانہ کو ہاتھ سے پکڑ کر باہر لائے تھے

چل سلطانہ ہماری بیٹی کے قاتل کا آخری وقت آپہنچا ہے چل ہم اسے اپنے ہاتھوں سے  
سزا دیں گے جلدی کر ہماری عجبہ رانی کا قاتل مل گیا ہے

زارو قطار روتے ہوئے رشید نے سلطانہ سے کہا تھا اور پھر اس کا ہاتھ تھامے ان سب کو  
حیرت سے دنگ وہی چھوڑ کر وہ بھی تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس بڑے میدان کی



جانب گئے تھے باہر ایک قیامت جیسا منظر تھا جہاں بچے، بوڑھے مرد سب کہ سب لوگ اس میدان کی طرف بھاگ رہے تھے رشید کے وہاں سے جاتے ہی وہ تمام افسران جو ان کے گھر بیٹھے تھے اب بھاگتے ہوئے اس میدان میں آئے تھے جہاں ریاض صاحب کی مدد سے حذیفہ نے ایک بہت بڑی سکریں کو نصب کر رکھا تھا اور سب لوگوں کے وہاں جمع ہوتے ہی حذیفہ نے رشید اور سلطانہ کو اس بھیڑ میں سے نکالا تھا اور پھر اس سکریں پر وہ ویڈیو جو اس نے پولیس اسٹیشن میں بنائی تھی وہ چلا دی تھی۔

وہاں کا منظر اس وقت کچھ یوں تھا کہ ایک بہت بڑے میدان میں بالکل سامنے ایک بلند و بالا سکرین پر وہ ویڈیو چل رہی تھی سکرین کے پاس ہی حذیفہ مشتاق کی گردن کو ہاتھ کی مٹھی میں جکڑے کھڑا تھا اس کے بالکل قریب رشید اور سلطانہ بھی کھڑے تھے رشید زہریلی نظروں سے مشتاق کو ہی دیکھ رہا تھا جو نظریں جھکائے کھڑا تھا جبکہ سلطانہ عجیب نا سمجھی سے سکرین کو دیکھتے ہوئے اپنے دوپٹے کو انگلی پر لپیٹ رہی تھی ان کے بائیں جانب وہی پولیس افسران سرخ چہرے لیے سکرین کو دیکھ رہے تھے جب کہ سکرین کے



رہے میرے عزیز بھائیوں ہمیں قرآن و حدیث میں ہر حکم بلاوجہ ہی نہیں دیا گیا ان تمام احکامات میں ہماری ہی بھلائی ہے سعودی عرب مدینہ کی ریاست میں کوئی ایسا گناہ کیوں نہیں کر سکتا کیونکہ ان کو پتا ہے کہ ہمیں عبرتناک انجام سے دوچار کیا جائے گا ہمیں اللہ کے حکم کے مطابق جان سے مار دیا جائے گا اور اسی لیے مدینہ کی ریاست میں امن ہے کیونکہ وہ لوگ اللہ پاک کے احکامات کو (قرآن پاک) کو مضبوطی سے تھام کر چل رہے ہیں مگر ہمارے ملک میں دن بہ دن ان زیادتی کے واقعات میں اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے کیونکہ ان گوشت کے بھوکے بھیرپوں کو پتا ہے کہ اس ملک میں ہمیں سزا دینے والا کون ہے کہیں بھاگ کر چھپ جائیں گے جذباتی عوام ہفتہ , دو ہفتے تک چیخے گی چلائے گی اور پھر سب کچھ واپس ٹھیک ہو جائے گا , بھول جائیں گے سب ان ننھی معصوم کلیوں کو جن کو یہ وحشی دندے بے دردی سے روند دیتے ہیں

مائیک کے ذریعے بڑے بڑے سپیکرز میں حذیفہ کی آواز دور دور تک گونج رہی تھی

ہمارے ملک میں معذور بوڑھی عورت سے زیادتی کی جاتی ہے، چھوٹی چھوٹی بچیوں کو نوچا جاتا ہے، جوان لڑکیوں کی عزت کو تار تار کیا جاتا ہے یہاں تک کہ قبر میں دفن مردوں کو بھی نہیں چھوڑا جاتا قبر سے نکال کر ان کی عزتوں کو پامال کیا جاتا ہے یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ ہے کسی کے پاس جواب؟

حذیفہ مائیک میں دھاڑا تھا

یہ سب اسی لیے کیا جاتا ہے کیونکہ ان دردندوں کو شریعت کے مطابق سزائیں نہیں جاتی ان کو سرعام سنگسار نہیں کیا جاتا، ان کو پھانسیاں نہیں دی جاتی، ان کے سرتن سے جدا نہیں کیے جاتے ان دردندوں کو پتا ہے کہ ہمیں پوچھنے والا کون ہے اور اسی لیے یہ ہماری ماؤں، ہماری بہنوں اور ہماری بیٹیوں کو نوچتے ہیں میرے معزز ساتھیوں آج ہم اللہ کے مطابق فیصلہ کریں گے

"یہ ہے وہ ظالم غلیظ انسان اب اس کو سزا ہم دینگے"

حذیفہ نے کہتے ہوئے دائیں طرف موجود پتھروں کے ڈھیر سے دو بڑے بڑے پتھر اٹھا کر ایک سلطانہ کو دیا تھا اور دوسرا رشید کے ہاتھ میں دیا تھا

اماں دیکھ , اس انسان کی طرف دیکھ اماں اسی نے تیری عجوہ رانی کو خون کے آنسو رلایا تھا  
اماں عجوہ رانی نے کتنا پکارا ہوگا نا تجھے , ابا کو اور مجھے بھی مگر اس درندے کو اس پر ذرا ,  
ترس نا آیا آج ہمیں بھی اس پر ترس نہیں آنا چاہئے اماں یہ لے پتھر اور تاک تاک کے  
"اس کو مارتی جا اپنی گریبا کا بدلہ لے لے اماں

حذیفہ کی باتیں سن کر وہ تمام افسران اب شرمندگی سے نظریں جھکائے کھڑے تھے جبکہ  
مشتاق احمد اب خوف سے کپکپا رہا تھا سب سے پہلے رشید , حذیفہ اور روتی چیختی سلطانہ  
نے اسے بڑے بڑے پتھر مارے تھے حذیفہ کا مارا گیا پتھر ٹھیک اس کے سر پر لگا تھا  
اور وہاں سے خون کا ایک فوارہ پھوٹ پڑا تھا

"پتھر اٹھاؤ میرے عزیزوں اور اس درندے کو یہی نیست و نابود کر دو"  
حذیفہ نے مائیک میں باآواز بلند کہا تھا جس پر گاؤں کے تمام لوگ افسران سمیت ہاتھوں  
میں بڑے بڑے پتھر لیے مشتاق پر لوٹ پڑے تھے اور پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر اسے

حذیفہ نے اس کے سسکتے وجود کو دیکھا تھا جو خون میں لت پت تھا مگر اسکی سانسیں ابھی تک چل رہی تھی وہ اپنی سوجھی آنکھیں نیم واہ کیے حذیفہ کو ہی دیکھ رہا تھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا وہ طیش میں آگے بڑھا تھا اور دائیں طرف پہلے سے ہی رکھا گیا ایک تیز دھار تلوار اٹھا کر لایا تھا اس تلوار پر نظر پڑتے ہی مشتاق کی آنکھیں خوف کی شدت سے باہر کو ابل پڑی تھی مگر حذیفہ نے بنا وقت ضائع کیے ایک چیخ کے ساتھ اسکا سر تن سے الگ کیا تھا پورے گاؤں کے لوگوں کے دلوں میں جیسے سکون کی ایک لہر دوڑی تھی کیونکہ ننھی عجمہ کی حالت ابھی تک کوئی نہیں بھول پایا تھا

دیکھ لو سب ، غور سے دیکھ لو سب کہ سب اب جو بھی ہماری ماں ، بہن ، بیٹیوں کو ہمارے معصوم بچوں ، بچیوں کو گندی نظر سے دیکھے گا ہم سب اسکا یہی انجام کریں گے ہر بچی عجوہ رانی ہے ، ہر بچی معصوم ہے ہم ان معصوموں پر ظلم برداشت نہیں کریں گے اور ہم حکومت سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلامی قوانین کے مطابق فیصلے کیے جائیں

حذیفہ نے مشتاق کے سر کو بالوں سے پکڑ کر ہوا میں اوپر کرتے کرتے ہوئے مائیک میں چیخ کر کہا تھا اور آخری جملہ ادا کرتے ہوئے ان افسران کی جانب دیکھا تھا جن کی آنکھیں نم تھیں وہ سرخ آنکھوں میں شرمندگی لیے نظریں جھکائے کھڑے تھے

اور میں تمام والدین سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ خدا را اپنے بچوں کی حفاظت کرے ان کو اکیلے کہیں مت بھیجیں، بلاوجہ گھر سے باہر مت نکلنے دیں اب اتنے واقعات کے بعد ہمیں سبق حاصل کر لینا چاہئے اپنی بچیوں کی حفاظت خود کریں

از قلم وجیہ گل

NOVEL BANK

انجام حیوانیت

وہاں کھڑے سب لوگ آنکھوں میں آنسو لیے حذیفہ کو دیکھ رہے تھے جو سسکتے ہوئے یہ الفاظ ادا کر رہا تھا اس کے بعد اس نے آکر روتے بلکتے رشید اور نڈھال سی سلطانہ کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔

اور اسی وقت پورا گاؤں نعرہ تکبیر "اللہ اکبر" کے نعروں سے گونج اٹھا تھا۔ ایک ظالم اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا اور واقعی کوئی بھی درندہ کسی بھی بچی کی طرف آئندہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گا اگر اسی طرح اسلام اور قرآن یعنی اللہ کے حکم کے مطابق عبرتناک سزائیں دی جائی۔

ختم شد

جوائن ناول بینک فیس بک گروپ

[www.facebook.com/groups/NovelBank](http://www.facebook.com/groups/NovelBank)